عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

محرم الحرام ۱۴۳۲ھ/ دسمبر ۲۰۱۰ء

RegNo.P476

جلد:نہم

شمارہ:4

فہرست

فی شمارہ: -/15 روپے

سالانہ بدل اشتراک: -/180روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای۔میل: physiologist72@yahoo.com

mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

زکوٰۃ و صدقات (آخری حصہ)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

اس طویل اقتباس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کے ایک عظیم مرض ورذیلہ حرص و بخل (الشح) کا علاج اللہ تبارک وتعالیٰ نے زکوٰۃ کی فرضیت وصدقات کے استحباب کے ذریعہ سے اس حد تک فرما دیا کہ ہر شخص اپنی باطنی استعداد کے بقدر اپنی اس نفسانی آلائش سے پاک ہو کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کا مورد بن سکتا ہے اور انسانوں کی غمگساری، خدمت گذاری اور ہمدردی کا شرف حاصل کر سکتا ہے۔ بقول سیدی قدس سرہٗ:۔ ''زکوٰۃ یا دوسرے لفظوں میں غریبوں کی چارہ گری، مسکینوں کی دست گیری، مسافروں کی امداد، یتیموں کی خبر گیری، بیواؤں کی نصرت، غلاموں اور قیدیوں کی اعانت نماز کے بعد اسلام کا دوسرا رکن ہے۔ (سیرۃ، ج۔۵،ص۔۲۰۸)

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ مقاصد زکوٰۃ کے بارے میں مزید ارقام فرماتے ہیں:

''زکوٰۃ کا اصلی اور مرکزی مقصد وہی ہے جو خود لفظ زکوٰۃ کے اندر ہے، زکوٰۃ کے لفظی معنیٰ ''پاکی وصفائی'' کے ہیں۔ یعنی گناہ اور دوسری روحانی، قلبی اور اخلاقی برائیوں سے پاک وصاف ہونا، قرآن پاک میں یہ لفظ اسی معنیٰ میں بار بار آیا ہے۔ سورۃ الشمس میں ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ (شمس۔۹،۱۰)

ترجمہ: مراد پایا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک وصاف کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو میلا اور گندہ کیا۔

ایک اور سورہ میں ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۔ (اعلیٰ۔۱۴)

ترجمہ: مراد پایا وہ جو پاک وصاف ہوا۔

یہ تزکیہ اور پاکی وصفائی نبوت کی ان تین عظیم الشان خصوصیتوں میں سے ایک ہے جن کا ذکر قرآن پاک کی تین چار آیتوں میں ہے۔

يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۔ (جمعہ۔۲)

ترجمہ: وہ نبی خدا کی آیتیں پڑھ کر ان کو سناتا ہے اور ان کو گناہوں سے پاک وصاف کرتا ہے

اوران کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔

ان آیتوں سے اندازہ ہوگا کہ زکوٰۃ اور تزکیہ یعنی پاکی وصفائی کی اہمیت اسلام اور شریعت محمدی میں کتنی ہے؟ یہ دل کی پاکی، روح کی صفائی اور نفس کی طہارت مذہب کی اصل غایت اور نبوتوں کا اصل مقصد ہے۔ انسانوں کی روحانی ونفسانی بیماریوں کے بڑے حصہ کا سبب تو خدا سے خوف ورجا اور تعلق و محبت کا نہ ہونا ہے اور اس کی اصلاح نماز سے ہوتی ہے۔ لیکن دوسرا سبب ماسوی اللہ کی محبت اور مال و دولت اور دیگر اسباب دنیا سے دل کا تعلق ہے۔ زکوٰۃ اسی دوسری بیماری کا علاج ہے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر جب بعض صحابہ باغ وبستان کی محبت کے سبب سے جوان کی دولت تھی غزوہ میں (شریک نہ ہوسکے) اور پھر ان کی صداقت اور سچائی کے باعث خدا نے ان کو معاف کیا ہے وہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَاقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا . (توبہ۔۱۰۳)

ترجمہ: ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لے کر ان کو صاف وپاک بنا۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اپنے محبوب مال میں سے کچھ نہ کچھ خدا کی راہ میں دیتے رہنے سے انسانی نفس کے آئینہ کا سب سے بڑا زنگ جس کا نام محبتِ مال ہے دل سے دور ہو جاتا ہے۔ بخل کی بیماری کا اس سے علاج ہو جاتا ہے۔ مال کی حرص بھی کم ہو جاتی ہے۔ دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا جذبہ ابھرتا ہے۔ شخصی خود غرضی کی بجائے جماعتی اغراض کے لئے اپنے اوپر ایثار کرنا انسان سیکھتا ہے اور یہی وہ دیوار یں ہیں جن پر تہذیب نفس اور حسن خلق کی عمارت قائم اور جماعتی زندگی کا نظام مبنی ہے۔

.... ظاہر ہے کہ استغنا اور قناعت ایسی چیز ہے جو تمام اخلاقی محاسن کا سنگ بنیاد ہے۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت بلیغ وحکیمانہ طریق سے یہ ارشاد فرمایا کہ **لیس الغنیٰ من کثرة العرض ولکن الغنیٰ عن النفس** . (بخاری کتاب الرقاق)۔ تونگری دولت کی کثرت کا نام نہیں ہے بلکہ دل کی بے نیازی کا نام ہے۔ اسی حدیث کا ترجمہ سعدی نے ان لفظوں میں کیا ہے: ’’ تونگری بدل ست نہ بمال ‘‘ دوسرے لفظوں میں یوں کہو، کہ دولت آمدنی کی زیادتی کا نام نہیں بلکہ ضروریات کی کمی کا نام ہے۔ لیکن یہ غیر فانی دولت حرص وطمع سے نہیں بلکہ صبر وقناعت کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔ اس

بنا پر کیا کسی کو زکوٰۃ وصدقہ کے مطہر، مزکی اور مصلح اخلاق ہونے میں شبہ ہوسکتا ہے۔ جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں وہ ہمیشہ قابلِ ہمدردی اشخاص کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں تا کہ وہ اپنے مال ودولت سے اس کی مدد کر کے اس کے زخمِ دل پر مرہم رکھ سکیں۔

" زکوٰۃ اور صدقات کے مصارف کا بڑا حصہ غریبوں اور حاجتمندوں کی امداد ہے۔ انسانیت کا یہ وہ طبقہ ہے جس کے ساتھ تمام مذہبوں نے ہمدردی کی ہے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے پہلے اور وہی پچھلے پیغمبر ہیں جنہوں نے اس طبقہ کے ساتھ اپنی عملی ہمدردی کا ثبوت دیا اور اس کی تکلیفوں اور مصیبتوں کو کم کرنے کیلئے عملی تدبیر جاری اور نافذ فرمائی۔ اسلام میں روحانی تسلیوں اور بشارتوں کے ساتھ جو مزید کام کیا وہ ان کی دنیاوی تکلیفوں اور مصیبتوں کے کم کرنے کی عملی تدبیریں ہیں جن کا نام صدقہ اور زکوٰۃ ہے۔ اس کی تعلیم نے اس عملی ہمدردی اور اعانت کو صرف اخلاقی ترغیب وتشویش تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ اس کے لئے دو قسم کی تدبیریں اختیار کیں، ایک یہ کہ ہر مسلمان کو نصیحت کی کہ جس سے جتنا ہو سکے اپنی دولت سے ان کی مدد کرلے یہ اخلاقی خیرات ہے جس کا نام قرآن کی اصطلاح میں "انفاق" ہے۔ لیکن چونکہ یہ اخلاقی خیرات ہر شخص کو اس ضروری نیکی پر مجبور نہیں کرتی اس لئے ایک مقدارِ معین کے مالک پر ایک ایسا قانونی محصول عائد کیا جس کا سالانہ ادا کرنا اس کا مذہبی فرض ہے اور اس مجموعی رقم کا بڑا حصہ غریبوں اور محتاجوں کی امداد واعانت کے لئے مخصوص کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس تعلیم کو ایک با قابلِ تغیر دستور العمل کے طور پر اپنی امت کو ہمیشہ کیلئے سپرد فرمایا۔ چنانچہ آپ نے معاذ بن جبلؓ کو اپنا نائب بنا کر یمن بھیجا۔ توتوحید اور نماز کے بعد جس چیز کا حکم دیا وہ یہی زکوٰۃ ہے۔ پھر اس کی نسبت ان کو ہدایت فرمائی کہ: **توخذ من اغنیاء هم و تردّ علی فقراء هم .**

ترجمہ: وہ ان کے دولتمندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو لوٹا دیا جائے۔

(بخاری، ص۔ ۱۰۹۶، جلد۔۲)

صحابہؓ نے آپ کی ہدایت کے بموجب ان دونوں قسموں کی خیراتوں پر اس شدت سے عمل کیا کہ جو استطاعت نہ بھی رکھتے تھے۔ وہ بازار جا کر مزدوری کرتے تھے تا کہ جو رقم ہاتھ آئے وہ غریب اور معذور بھائیوں کی اخلاقی اعانت میں خرچ کریں اور اس معاملہ میں خود آپ نے یہاں تک اس طبقہ کی

دلجوئی کی کہ فرمایا:

" اگر کسی کے پاس کچھ اور نہ ہو تو لطف و کرم و مہربانی سے بات ہی کرنا اس کا صدقہ ہے۔"

اس سے زیادہ یہ کہ اس کی ممانعت کی گئی کہ جو تمہارے سامنے ہاتھ پھیلائے اس کو سختی سے واپس نہ کیا کرو، خدا نے تعلیم دی۔ **فَاَمَّا الیَتِیمَ فَلَا تَقھَرْ o وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنھَرْ o** (ضحیٰ۔۹،۱۰) ترجمہ: تو یتیم کو دبایا نہ کر اور نہ مانگنے والے کو جھڑک۔ ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ اگر تم کسی حاجتمند کی مدد کرو کہ اس نے تم کو یہ نعمت دی اور اس کی توفیق عنایت کی، احسان دھرنے سے وہ نیکی کا پیالہ حباب کی طرح ٹوٹ کر بیٹھ جائے گا۔ فرمایا: **لَا تُبطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی** . (بقرہ. ۲۶۴)

ترجمہ: تم اپنی خیرات کو احسان دھر کر یا طعنہ دے کے برباد نہ کر۔

اس لطف اس مدارات اور اس دلجوئی کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے انسانیت کے قابل رحم طبقہ کی چارہ نوازی فرمائی اور ہم کو باہمی انسانی محبت اور ایک دوسرے کی مدد کا سبق پڑھایا۔" (سیرت النبی، ۲۴۱، ج۔۵)

یہ حقیقت ہے کہ انسان کی باطنی صفائی اور اس کے جواہرِ خلافت کا نکھار بڑی حد تک جود وسخا ، دادوستد، انفاق وصدقات اور زکوٰۃ وخیرات پر مبنی ہے۔ حضرت سیدی قدس روحہٗ ارقام فرماتے ہیں:

"صدقہ وخیرات درحقیقت وہ پانی ہے جو دینے والوں کے قلوب ونفوس کے تمام میل اور گندہ پن کو چھانٹ کر ان کو پاک وصاف بنا دیتا ہے۔ (اور اپنے ساتھ قلب ونفس کی گندگی کو بہالے جاتا ہے۔ اشرف)

.... اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنّ ھذہ الصدقات اِنّما ھی اوساخ النّاس . (مسلم کتاب الزکوٰۃ)۔

ترجمہ: یہ صدقہ تو لوگوں کا میل ہے (یعنی رذائل کی گندگی کو اپنے ساتھ بہا لے جانے والا ہے) ۔(سیرۃ،ص ۲۶۸،ج۔۵)

حقیقتاً یہ میل مال کی محبت ہے جو اس امت کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنّ لکل شئ فتنۃ و فتنۃ امتی المال. ترجمہ: ہر ایک چیز کیلئے کوئی فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔ (کنز العمال بحوالہ ترمذی ومستدرک حاکم، ص۔۴۰، ج۔۲)۔ یہی مال کی محبت

نفس وقلب کوان تمام آلودگیوں اور گندگیوں سے گدلا اور میلا کر دیتی ہے۔ جسے ہم حرص وطمع، بخل و دنائت، خودغرضی وحرام خوری، فریب ودھوکہ، بے غیرتی و بے حیائی کے نام سے پکارتے ہیں اور پھر یہ رذائل چند در چند کبائر اور شنیع افعال کے ارتکاب کا ذریعہ بنتے ہیں جس سے بددیانتی، چوری وڈاکہ، رشوت وقمار، سود واحتکار اور ظلم وزیادتی کا بازار گرم ہوتا ہے۔ انسان کو مال کی محبت اور دولت کی حرص میں حلال وحرام جائز وناجائز کی تمیز نہیں رہتی۔ وہ اپنے منافع ومفادات کے حصول میں احکام الٰہیہ سے غافل ہوجاتا ہے بنی نوع انسان قوم وملت، خویش واقارب، اپنے اور بیگانے کے نفع وضرر سے بے نیاز ہوکر ہر طرح سے مال کی لوٹ کھسوٹ میں مشغول ہوجاتا ہے۔ اسی طرح انسانی اقدار کو پامال کر کے وہ معاشرہ کے بگاڑ اور زمین میں فساد کا سبب بنتا ہے۔ مال کی بہتات کی حرص اسے پہلے اپنی ہلاکت کے گڑھے پر کھڑا کر دیتی ہے اور مآل کار (آخرکار) وہ قومی وملی معیشت کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔ ایسے کم نصیبوں کو قرآن نے وعید سناتے ہوئے فرمایا:

اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ o حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ . ترجمہ: (دنیا کے مال کی) بہتات کی حرص نے تمھیں (اللہ وآخرت سے غافل کیا یہاں تک تم قبرستان میں پہنچ جاتے ہو۔ (التکاثر۔۱،۲)

وَیْل" لِّکُلِّ ھُمَزَةٍ لُّمَزَةِ . نِ الَّذِیْ جَمَعَ مَا لًا وَّعَدَّدَہٗ . یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗ اَخْلَدَہٗ . کَلَّا لَیُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ . (الھمزۃ۔ ا تا ۴)

ترجمہ:۔ برائی ہو، اسکی جو طعنہ دیتا اور عیب چنتا ہو، جو مال کو سینت کر رکھتا ہوا اور اس کو گن گن کر وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے ساتھ رہے گا۔ ہرگز نہیں، وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جس میں جو کچھ پڑے توڑ پھوڑ ڈالے۔

غرض مال کی برباد کن محبت اور حرص وآز کا عملی علاج زکوٰۃ اور صدقات کی کثرت ہے جو دل سے رفتہ رفتہ مال کی محبت کم کر دیتی ہے اور انسان ان رذائل سے پاک ہوجاتا ہے جو دنیا وآخرت دونوں میں تباہی ورسوائی کا سامان ہیں۔

زکوٰۃ فریضہ الٰہی اور رکن اسلام ہونے کے ساتھ قلب کی پاکی ونفس کی صفائی کا بڑا ذریعہ ہے اس لئے سالکین کو اس کی ادائیگی سے چارہ کار نہیں۔ اس لئے حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ طالبین کو نماز کے

ساتھ ہی زکوٰۃ کی ادائیگی کی برابر تلقین فرماتے تھے۔ایک مبتدی طالب کو ارقام فرماتے ہیں:

” ایام بلوغ سے جو نمازیں چھوٹی ہوں ان کو ہر نماز کے ساتھ ادا کرنا شروع کیجئے۔اگر روزے رہ گئے ہوں تو ان کی قضا کیجئے۔اگر زکوٰۃ واجب ہو زکوٰۃ حساب کر کے دیجئے “۔

دوسرے طالبین کے خطوط میں زکوٰۃ کی تاکید اس قسم کے الفاظ میں ملتی ہے:

” وہ گناہ جن کی تلافی ہو سکتی ہے۔(ان کی تلافی کی جائے) جیسے نمازیں قضا ہوں، یا روزے چھوٹے ہوں یا زکوٰۃ نہ دی ہو “۔ ”زکوٰۃ کی رقم (ندوہ) ضرور بھیج دیں اور تصریح سے لکھ دیں۔کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے مستحقین میں خرچ کی جائے “۔

متعدد مکتوبات میں زکوٰۃ کی ادائیگی کی تلقین مختلف عبارتوں میں ملتی ہے۔جسے بخوف طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے۔بہر حال گذشتہ مباحث سے زکوٰۃ وصدقات کی سلوک میں اہمیت و مقام کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔جادۂ حبیب کے راہی جان و مال دونوں کی قربانیوں ہی سے منزل تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں کہ

ے　آں کس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند

فرزند جان و مال و خانماں راچہ کند

ترجمہ: وہ آدمی جس نے آپ کو پہچان لیا اُسے جان سے کیا واسطہ بلکہ جان، مال، اولاد، گھر بار سے ہی واسطہ نہیں رہتا۔

ہمارے حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کا دل حبِّ مال و جاہ کی آلائشوں سے پاک استغنا، سیر چشمی اور جود و کرم کی دولتوں سے مالا مال تھا۔حضرت سیدی قدس سرہٗ کی یہ دولت خاندانی ورثہ اور فطرتی جوہر تھا۔آپؒ کا تعلق جس خانوادہ سادات سے تھا وہ دنیاوی فارغ البالی و وجاہت کے ساتھ دینی فراوانی اور درویشانہ کمالات کا مجموعہ تھا۔اس لئے آپ فطرتاً و وراثتاً سیر چشمی، قناعت و سخاوت کی صفات کے حامل تھے۔حضرت سیدی رحمہ اللہ علیہ کی دنیا سے بے رغبتی و قناعت کے دشمن تک قائل ہیں۔حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک بڑے ناقدان کے عیوب گناتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”شبلیؒ کے جانشین سید سلیمان ندوی کو دنیا سے کوئی لگاؤ یا محبت نہیں۔ان کے والد بہار کے ایک مشہور صوفی تھے۔اور یہ درویش طبعی انہیں وراثت میں ملی ہے۔وہ پرلے درجے کے قانع انسان ہیں .... “ (رود کوثر، ص۔۴۰۱)

بیان (۱۸ جولائی ۱۹۹۷ء) (دوسری قسط)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

خیر عرض یہ کر رہا تھا کہ ہم الفاظ اور جھوٹ بیچتے ہیں کیوں؟ کہ پیسے کی پہچان تو ہے اللہ کی پہچان نہیں ہے سچ کی پہچان نہیں ہے۔ پیسہ جیب میں آتا ہے اس سے ضرورتیں پوری ہوتیں ہیں زندگی بنتی ہیں۔ یہ یقین تیرے میرے قلب میں **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھنے کے باجود پڑا ہوا ہے، یہی فساد ہے قلب کا۔ اس لئے نظری توحید تیرے میرے پاس ہے عملی توحید نہیں ہے۔ عملی توحید انسان کی، مختلف موقعوں پر استعمال کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔

جھوٹ سے زندگی بننے کا یقین کا قلب میں پڑا ہے اور سچ سے زندگی بنتی ہے ایک نظری (Theoretical) بات ہے۔ لوگ کہتے ہیں ہم مان لیتے ہیں اس کو مولوی صاحب آپ جو کہتے ہیں لیکن ہم کیا کریں ہم ماحول میں پھنسے ہوئے ہیں۔ تو یہ ہم مسلمانوں کا حال ہے کہ جو عملی توحید سے خالی ہے، نظری توحید ہمارے پاس ہے۔ آپ لوگ Subjective, Objective کہا کرتے ہیں۔ Subjective ان کے پاس ہے Objective نہیں ہے۔ تو یہ نظری توحید ہے، عملی توحید نہیں ہے۔ وجہ کیا ہے کہ انسان نے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ ذوالجلال کو پہچانا نہیں ہے۔ یہ آیت جو میں نے پڑھی **و ما قدر اللہ حق قدرہٖ** کہ جیسے اللہ کی قدر پہچاننی چاہئے ایسی قدر تو نے نہیں پہچانی۔ اس لئے ۹۹ صفاتی ناموں کے ذریعے اور کئی قرآن پاک کی آیات کے ذریعے کا اللہ تعالیٰ کی پہچان کو بیان کیا گیا ہے اور مہم مسئلہ ہی یہ سمجھنے کا ہے اس کی سمجھ آ جائے پھر عمل انسان کے لئے بہت ہی آسان ہو جاتا ہے۔ قرآن کا سارا زور لگا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان میں۔ معرفت کے مضمونوں کو پھیر پھیر کر مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ مختلف پیرایوں، مختلف طریقوں سے، مختلف اصلوب اور Pattern کو اختیار کر کے اور مختلف راستوں کو لے کر قرآن نے پہچان، معرفت اور توحید کے مضمون کو بیان کیا ہے۔ یہ بات درس میں کچھ دنوں کے بعد میں دہرایا کرتا ہوں کہ دو قسم کی آیات ہیں، آیاتِ آفاقی اور آیاتِ انفسی۔ کائنات میں اللہ کی پھیلی ہوئی قدرتیں ہیں ان پر بحث کرتا ہے قرآن اور انسان کو دعوت دیتا ہے غور کرنے کی اور آیاتِ انفسی انسان کی اپنی ذات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی جو نشانیاں ہیں قرآن ان پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ **سنریھم ایاتنا فی الآفاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق** ــــــ ہم ان کو دکھائیں گے نشانیاں اپنی کائنات میں بکھری ہوئیں، اور ان کی اپنی ذاتوں میں پھیلی ہوئیں

یہاں تک کہ ان پرحق واضح ہوجائے۔تو آیاتِ انفسی اورآفاقی اصطلاح اس آیت سے بیان کی ہے علماء نے۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

ایسی اللہ کی قدرتیں اور شان بیان آیاتِ انفسی میں ۔اس لئے امام غزالیؒ کہتے ہیں جس علمِ تشریح نہیں آتا وہ اللہ کو پہچان نہیں سکتا ۔'' علمِ تشریح Anatomy کو کہتے ہیں۔بندہ کا مضمون ہے، میں پڑھاتے ہوئے طلباء سے کہا کرتا ہوں کہ یہ عام ماڈل اللہ کا بنایا ہوا ہے، یہ ڈیلکس ماڈل بنایا ہوا ہے، ڈیلکس ماڈل میں اعضاء میں اجزاء اور رگوں کی تعداد و مقدار زیادہ ہوتی ہے اور ان کی کارکردگی بھی زیادہ ہوتی ہے۔سبحان اللہ! یہ دل اور گردہ برداشت کرتے ہیں غموں اور پریشانیوں (Stresses and strains) کو۔تو اللہ نے خلئے (cells) بنائے ہوئے ہیں گردے میں، گردے کے عروق (Hormones) آ کر ادل پر اثر ڈالتے ہیں۔دل کے عروق گردے پر اثر ڈالتے ہیں۔سبحان اللہ! اور بلڈ پریشر کو کنٹرول کرتے ہیں، کتنی عجیب و غریب شان اللہ کی۔**فتبارک اللہ احسن الخالقین** ۔تو جس کے بھی یہ خلئے یا سیل زیادہ ہوں تو وہ ڈیلکس ماڈل ہوتا ہے۔انسان کی ذات میں نشانیاں ہیں تو ان کو بیان کیا گیا ہے۔پھر انبیاءؑ کے واقعات کو بیان کیا ہے کیونکہ یقین کا راستہ غیب کا راستہ ہے نظر کا راستہ نہیں، خبر کا راستہ ہے جو غیب کا راستہ ہے نظر کے راستہ سے مختلف ہے۔نظر تو ایک بات کہتی ہے خبر دوسری بات کہتی ہے۔عامی آدمی نظر کی بات کو خبر کی بات پر قربان نہیں کرتا اور سمجھدار آدمی دانشور کی خبر پر نظر کو قربان کرتا ہے اور بے پناہ فائدے حاصل کرتا ہے اور عامی آدمی جو ہے وہ نظر کو خبر پر قربان نہیں کرتا ہے۔میرا ایک دوست ہے، پروفیسر صاحب ہے وزیرستان کا، آیا کرتا ہے۔سردیوں میں ایک دفعہ آیا تو اس نے کہا کہ میں تو شوگر کا مریض ہوں ڈاکٹر صاحب اور مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے اور میں شوگر کھاؤں تو ٹھیک رہتا ہوں اور چھوڑ دوں تو کمزوری محسوس کرتا ہوں۔میرے پاس عموماً ساتھی آیا کرتے ہیں کچھ فقیری علاج وغیرہ پوچھنے کیلئے، کچھ جڑی بوٹیوں کا پوچھنے کے لئے، کچھ غذا وغیرہ پوچھنے کیلئے۔تو جن کا اعتقاد ہوتا ہے تو اللہ ان کو فائدہ دیتا ہے جن کا نہیں ہے وہ کہتے ہیں ایسے ہی فالتو پڑا ہوا ہے۔اس نے کہا کہ میں آپ کے پاس آیا ہوں بادام کے استعمال کے بارے میں پوچھنے کیلئے، کہ اس کے استعمال سے مجھے شوگر میں فائدہ ہوگا۔ میں نے کہا کہ اب آپ کی شوگر اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ باداموں ماداموں سے بات نکل گئی ہے اور اب آپ شوگر کھا کر توانائی محسوس کرنے اور نہ کھا کر ضعف محسوس کرنے کی اپنی نظر کو چھوڑیں اب آپ ہماری خبر پر اعتبار

کریں۔آپ ایسی جگہ کو پہنچ گئے ہیں کہ اس کے بعد آپ کو تو محسوس نہیں ہوگا۔آپ زیادہ شوگر کھا کر توانائی محسوس کریں گے اور کم سے آپ کو ضعف ہوگا لیکن یہ چیز آپ کے گردوں کو، رگوں کو، اعصاب کو اور آپ کے دل کو گھن کی طرح کھاتی رہے گی اور گھن جس درخت کو کھالیتا ہے دھڑام سے گر جاتا ہے۔گرنے سے پہلے بظاہر صحیح نظر آتا ہے۔تو جس وقت آپ Collapse ہونگے، ایک دم Collapse ہوجائیں گے۔لہٰذا پروفیسر صاحب اب آپ اپنی نظر کو چھوڑ دیں، اپنے تجربہ کو چھوڑ دیں اور مزے کو چھوڑ دیں اب ہماری خبر کے لئے بے مزہ ہوجائیں۔سمجھدار کی خبر کے لئے اپنی ذات کی نظر کو چھوڑ دیں، تو ایسے فوائد والے نتائج حاصل ہونگے کہ عش عش کروگے۔ Self Medication جو مریض کرتے ہیں وہ ہمیشہ نقصان اٹھاتے ہیں اور جو مان کر چلتا ہے وہ شفا پاتا ہے۔فائدہ ہوتا ہے۔بعضے مریض کہا کرتے ہیں کہ تمہاری دوائی تنگ کررہی تھی، پریشان کررہی تھی اس لئے میں نے چھوڑی ہے۔تو میں ان سے کہا کرتا ہوں کہ آپ کو چاہیے تھا کہ اس وقت آپ آکر پوچھتے ہم اس کو تبدیل کردیتے کیونکہ بعض اوقات دوائی موافق نہیں آتی۔لیکن آپ نے ہماری رائے کو پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا اور اپنی بات کو لے لیا اس لئے نقصان اُٹھایا۔تو نظر والے راستے کو چھوڑ کر خبر والے راستے کو لینا ہوتا ہے۔تو بات تھی قرآن کی معرفتِ الٰہیہ کی، معرفت کے مضمون کو قرآن نے بہت شد و مد کے ساتھ بیان کیا ہے اور اہم مضمون ہی یہ ہے۔اور یہ بات سمجھ میں آجائے تو پھر عمل کرنا مشکل نہیں ہوتا۔فرض کریں میں ڈاکٹر فرید صاحب (سلسلے میں بیعت ساتھی) سے میں کہوں کہ آپ نے چوبیس گھنٹے اس آدمی کے ساتھ ڈیوٹی کرنی ہے اور اسی کے ساتھ رہنا ہے۔تو یہ کہے گا کہ ڈاکٹر صاحب آپ کو پتہ ہے میرا گھربار ہے بال بچے ہیں میں اس کے ساتھ چوبیس گھنٹے کیسے رہ سکتا ہوں۔پھر میں اس کو کہوں کہ یہ سعودی عرب کا وہ وزیر ہے جو آپ کے ریڈ کریسنٹ کو چلا رہا ہے، تو وہی سے آواز دے گا کہ بلال کو کہو کہ دودھ کیلئے فلاں جگہ سے لینا ہے، آٹا وہاں سے لائے گا، فلانے فلانے کو ہر ایک آواز دیں دے گا، ڈاکٹر سیار کو یہ کہو وغیرہ۔سارے کام اس جگہ الاٹ کردے گا کہ حاجی صاحب بھی آئے ہوئے کہ گھر کی حفاظت یہ کریں گے اور بس فوراً چلتا بنے گا کیونکہ اب اس کو اندازہ ہے کہ میرے کیا فوائد، کیا مضرتیں ہیں اس ذات کے ساتھ متعلق۔اللہ خالق، مالک، قادر، نافع، ضار، یعنی نفع پہچانے والا، ضرر پہچانے والا، ضرر سے بچانے والا ہے، روزی دینے والا، شفا دینے والا۔ء انتم تزرعونہ ام نحن الزارعون۔کیا تم فصلیں اُگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں۔ء انتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلون. تم بارشیں برساتے ہو کہ ہم برساتے ہیں۔ایک ہی بیماری ہوتی ہے، ایک ہی تشخیص ہوتی ہے سب کو ایک دوائی دیتے

ہیں۔ کچھ ٹھیک ہو گئے، کچھ کو کچھ فائدہ نہ ہوا، کچھ خراب ہو گئے، ایک مر گیا۔ اب بتائیں؟ شفا ایک امر ہے وہ اللہ کے دربار سے آتی ہے آنے کے بعد جاری ہوتی ہے اور جاری ہونے کے بعد اثر دِکھاتی ہے۔ اور دوا اس کا ذریعہ؟ انسانوں کی تسلی کیلئے اللہ نے دوا بنائی ہے، ذریعہ بنائی ہے لہذا اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے اور شفا آتی اللہ کے امر سے ہے۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں پنکھا ہوا چھوڑ رہا ہے، بٹن دبائیں تو گھنٹی بجتی ہے، فریج ہے برف نکال رہا ہے، ہیٹر ہے آگ نکال رہا ہے۔ اے سی ہے ٹھنڈی ہوا نکال رہا ہے اور سمجھدار یہ سمجھتا ہے کہ یہ کارفرمائی اصل میں پیچھے بجلی کی قوت کی ہے۔ جو ایک طریقے سے استعمال ہوئی تو برف بن گئی، دوسرے طریقے سے استعمال ہوئی تو آگ بن گئی، تیسرے اصول کے مطابق استعمال ہوئی تو آواز بن گئی، چوتھے اصول کے مطابق استعمال ہوئی تو ہوا بن گئی۔ اسی طرح امر الٰہی اوپر سے آتا ہے۔ بعض اوقات دوا ہوتی ہے، امر نہیں آیا ہوا ہوتا فائدہ نہیں ہوتا۔ امر آتا ہے دوا نہیں بھی ہوتی فائدہ ہو جاتا ہے۔ مجھ سے ملنے کیلئے ایک ڈاکٹر صاحب آئے اس نے کہا میں ایک مریض کو لے کر گیا میڈیسن کے پروفیسر کے پاس۔ اس نے کہا بلڈ کینسر ہے۔ اللہ کی شان کہ اس کو اللہ نے تین مہینے میں مکمل شفا دے دی۔ کہتا ہے کہ میں پروفیسر صاحب کے پاس ملنے گیا ہوا تھا تو میں نے کہا سر وہ آپ کو یاد ہے وہ بلڈ کینسر کا مریض، اس نے کہا کہ ہاں آپ یہی بتا رہے ہوں گے کہ مر گیا ہے۔ میں نے کہا نہیں بلکہ میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مکمل شفا پا گیا ہے۔ اس نے کہا اچھا وہ کیسے؟ وہ تو آپ کی کتاب کہہ رہی ہے کہ بلڈ کینسر ٹھیک نہیں ہوتا۔ اللہ کا نظام تو نہیں کہہ رہا اللہ تو **ان اللّٰہ علی کل شئ قدیر** ہے، جب کرنا چاہے، جو کرنا چاہے کر دے۔

میرے ساتھ ایک ٹیکنیشن ہے، اس نے پوچھا آپ نے مکان پر کتنے پیسے لگائے ہیں؟ بتایا کہ بارہ لاکھ روپے۔ اس نے پوچھا آپ کو کتنا کرایہ مل رہا ہے؟ میں نے کہا تین ہزار روپے۔ اس نے کہا بارہ ضرب تین چھتیس ہزار۔ اس نے کہا کہ **Fixed Deposite** اس پر ہو تو اس پر ملتا ہے ایک لاکھ چالیس ہزار روپے اور ہنسا بھی کہ صرف چھتیس ہزار روپے لے رہے ہو۔ اتفاقاً میں جس کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اس کرسی پر مجھ سے پہلے جو دو چیئرمین بیٹھے تھے دونوں **Fixed Deposite** والے تھے۔ ایک کا ڈاکٹر بنا ہوا بیٹا ایک سال بسترِ مرگ پر لیٹ کر مر گیا۔ کافی خرچہ ہوا اور خاوند بیوی اس کے پاس بیٹھ کر چیخیں مار مار کر روتے رہے وہ خرچے کے علاوہ۔ دوسرے کا جان لیوا حادثہ ہوا۔ تو میں نے کہا کہ **Fixed Deposite** تو ہوتا لیکن ان کارناموں کے ساتھ۔

(جاری ہے)

سوچنے کی بات

(ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ)

بندہ کے ایک واقف کار جو باشرع اور پابندِ صوم وصلوٰۃ ہیں اور بڑی حیثیت کے ڈاکٹر ہیں لیکن اُن کی عادت انگریزی اخبار ورسائل دیکھنے کی ہے۔ جس آدمی کی غالب عادت انگریزی اخبار ورسائل کے دیکھنے کی ہو ان حضرات کا دینی عقائد اور اسلامی سوچ کے سلسلے میں نیز دنیائے اسلام کے اجتماعی مفادات کے تناظر میں سخت غلط فہمیوں میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ان صاحب سے توہینِ رسالت کے چلتے ہوئے موضوع پر ایسے ہی بندہ نے گرد و پیش کے ماحول کی نبض دیکھنے کے لئے بات کر لی۔ فوراً بڑھک اُٹھے کہ مولوی کو جب اقتدار ملا ہوا تھا تو خاموش تھا جب اقتدار سے ہٹایا گیا تو اس نے توہینِ رسالت کا واویلا شروع کر دیا اور دینی سیاسی پارٹیوں نے دھرنے اور جلوس شروع کر دئے۔

سب سے پہلے تو بندہ کو تسلی ہوئی کہ اپنے بزرگوں کا تجربہ جو بندہ کو منتقل ہو کر ملا ہے وہ درست ثابت ہوا کہ جب لوگوں کی اُٹھان اور تربیت و پرداخت انگریزیت سے ہو اُن پر اعتبار کبھی نہیں کریں کیونکہ یہ کفر کے تنخواہ دار (Paid agent) تو نہیں لیکن معصوم نمائندے (Innocent agent) ضرور ہوتے ہیں۔ اُن کے لٹریچر سے جو اسلام دشمن عقائد و نظریات انہوں نے اخذ کر لئے ہوتے ہیں انہی کو حق، معیار اور اسلام سمجھنے لگتے ہیں۔

بندہ کو حیرت ہوئی کہ ایک عرصہ سے پاکستان کا یہ حال ہے کہ یہاں خالص دینی تحریکیں، خواہ مدارس کی حفاظت کی ہوں یا توہینِ رسالت کی ہوں وہ دینی سیاسی پارٹیاں نہیں چلایا کرتیں اور نہ ہی ہم عوام اس سلسلہ میں دینی سیاسی پارٹیوں پر انحصار و مدار رکھتے ہیں اور یہ پارٹیاں ایک پلیٹ فارم پر بھی مشکل ہی سے جمع ہوتی ہیں۔ اس قسم کی تحریکیں خالص دینی جماعتیں اور افراد ہی چلایا کرتے ہیں کہ ان کی غیر سیاسی حیثیت اور اخلاص و عاجزی عموماً سارے مکاتبِ فکر کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیتی ہے۔ سیاسی دینی پارٹیوں کے بھی مفاد میں ہوتا ہے کہ ان کا ساتھ دیں۔ چنانچہ حالیہ توہینِ رسالت کے مسئلے میں بھی آواز عالمی تحریک ختم

نبوۃ نے اُٹھائی ہے اور سب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر لیا ہے۔

جن واقف کار صاحب کا تذکرہ ہوا انہوں نے جذباتی انداز میں کہا کہ میں مسجد میں جمعہ کی نماز کے لئے گیا وہاں مولوی توہین رسالت کو بیان کر رہا تھا، مجھے بڑا غصہ آیا کہ اس سیاسی مولوی کو دیکھو۔ میں بھی جذباتی ہو گیا اور اس سے کہا کہ یہ سیاسی مولوی کی تحریک نہیں ہے، یہ ہم عوام کی تحریک ہے جس کے لئے سیاسی مولوی کو بھی بولنا پڑا۔ جھٹ سے وہ بولا میرے سامنے توہین رسالت کو نہ لاؤ۔ اس سے بڑے مسئلے ہوئے، لوگوں نے قرآن کو شیطانی آیتیں (Satanic Verses) کہا، کیا یہ اُس سے بڑا مسئلہ ہے؟ بندہ بھی غصہ میں تھا، جذبات کی رو میں کئی بار اس سے زور سے کہا

yes toheenerisalat is morethan that not less than that.

(ہاں توہینِ رسالت اس سے بڑا مسئلہ ہے کم نہیں ہے) اور بار بار اس طور پر کہہ کر اس سے رخصت ہو گیا۔ بعد میں خیال ہوا کہ جو بات میں نے جذبات کی رو میں کہہ دی اس پر ذرا غور کرنا چاہئے کہ جن لوگوں نے قرآن کو جھٹلایا اور اسے شیطانی آیتیں کہا کیا توہینِ رسالت اس بڑھ کر جرم ہے؟ ہوش میں غور کیا تو واقعی توہین رسالت قرآن کو جھٹلانے اور اسے شیطانی آیتیں کہنے سے بڑھ کر جرم ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے دور میں قرآن کو پرانے قصے کہہ کر کفار نے جھٹلایا لیکن اُن کے قتل کا حکم آپ ﷺ نے نہیں دیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کو کسی نے پتھر مارے، آپ ﷺ کے چچا کو شہید کر کے ان کے ناک کان کاٹے گئے، ہجرت کرتے ہوئے آپ ﷺ کی بیٹی کو حمل کی حالت میں برچھا مار کر زمین پر گرایا گیا، ان کا حمل ضائع ہو گیا۔ ان سب باتوں کو آپ ﷺ نے معاف کیا۔ لیکن توہین رسالت والوں کے قتل کا حکم آپ ﷺ نے خود نافذ فرمایا اور آپ ﷺ کے دور میں کئی واقعات ایسے لوگوں کے حدیث کی کتابوں اور سیرت کی تاریخی کتابوں میں ثبوت کے لئے موجود ہیں کیونکہ رسالت کی توہین ایک خدائی

منصب کی توہین ہے اور وہ آپ ﷺ کا ذاتی معاملہ نہیں جسے آپ ﷺ معاف کر دیں۔

انہی واقعات ک روشنی میں برصغیر کے توہین رسالت کے غازی علم الدین والے مشہور ومعروف واقعہ کی تحریک دنیائے اسلام کے عظیم دانشور علامہ اقبال نے چلائی تھی اور اس کیس کی وکالت بانئ پاکستان محمد علی جناح جیسی شخصیت نے کی تھی۔

دراصل شریعت کی بنیاد آپ ﷺ کی ذات ہے۔آپ ﷺ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی خبر دی، آپ ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن ادا ہوا جسے ہم نے تسلیم کیا۔لہٰذا اگر آپ ﷺ کی حیثیت مجروح ہو جاتی ہے تو توحید کا یقین اور قرآن پر ایمان یہ دونوں چیزیں اس کے نتیجہ میں ختم ہو جاتی ہیں۔اس لئے توہین رسالت گویا شریعت کی عمارت کی بنیاد کو ڈائنامائیٹ سے اُڑانا ہے اور شریعت کے درخت کی جڑ کاٹنا ہے جس سے عمارت خود بخود گر جائے گی اور درخت خود بخود سوکھ جائے گا۔

ابھی یہ مضمون مکمل نہیں ہوا تھا کہ اس اثنا میں گورنر پنجاب کو اس کے اپنے باڈی گارڈ نے قتل کر دیا۔ بلا وجہ کشت وخون کے حق میں کوئی بھی نہیں ہوتا لیکن اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ وہ کونسے عوامل تھے جو اس واقعے کی بنیاد بنے اور ان کا سدباب کیسے ممکن ہے۔مثال سے بات آسانی سے سمجھ آجاتی ہے۔ایک کہانی ہے کہ ایک دفعہ ایک ملک میں نجومیوں نے بادشاہ کو کہا کہ اس دفعہ جو بارش ہوگی اس کا پانی جو بھی پیئے گا وہ پاگل ہو جائے گا۔بادشاہ نے سارے ملک میں اعلان کرادیا کہ اس دفعہ جو بارش ہو اس کا پانی کوئی نہ پیئے کیونکہ پینے والا پاگل ہو جائے گا۔عوام نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی اور سب لوگوں نے پانی پیا۔صرف بادشاہ اور وزیر نے پانی نہیں پیا۔سب لوگ پاگل ہو گئے صرف بادشاہ اور وزیر ٹھیک رہ گئے۔اب جب انہوں نے نظامِ حکومت چلانا چاہا تو سب لوگوں کا ان سے اختلاف ہوا اور وہ بادشاہ اور وزیر کو پاگل کہنے لگے۔بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ اب کیا کریں؟ وزیر نے کہا کہ اب حل یہی ہے کہ ہم بھی یہ پانی پی کر ان کی طرح ہو جائیں۔لہٰذا انہوں نے بھی پانی پی لیا۔

پرانے دور میں جب عقل وشعور اتنے اجاگر نہیں تھے لیکن وہ لوگ اس بات کو سمجھتے تھے

کہ اگر عوام پر حکومت کرنی ہے تو ان جیسا ہونا پڑے گا۔ پاکستان کے عوام قرآن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تشریحات کے ساتھ مان رہے ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقے سے عمل کر رہے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ اور دیگر تین اماموں کی تشریح کے مطابق چل رہے ہیں۔ اس کو چھوڑ کر اگر حکمران طبقہ پرویز کی نظریات، غامدی کی تشریحات اور ڈاکٹر فاروق کی بکواسیات کو دین سمجھے اور ایسے لوگوں کو دینی دانشور سمجھا جائے اور دینی دانشوروں کے اعزازات دیئے جائیں تو عوام کے دلوں میں ان حکمرانوں کا کیا مقام ہوگا۔

موجودہ صورت حال میں یہ بات ضروری ہے کہ ملک کا حکمران اور مقتدر طبقہ اپنے آپ کو خطرات سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ ملک کے عوام کے جذبات، مذہبی وابستگی اور تہذیب و ثقافت سے پوری طرح باخبر ہو اور ایسا کوئی بیان نہ دے اور نہ ایسا کوئی تبصرہ کرے جو عوام کے جذبات کو مشتعل کرے اور ان کی ناراضگی کا باعث بن سکے۔ یا ایک اور طریقہ بھی ہے کہ پھر ان لوگوں کی حفاظت کے لئے بھارت اور اسرائیل سے ہندو اور یہودی محافظ (Guard) منگائے جائیں اور وہ ان کی حفاظت کریں۔ پھر اگر یہ لوگ الٹی سیدھی باتیں کریں گے تو نہ ان کے ہندو یہودی محافظوں کے جذبات مجروح ہوں گے اور نہ ہی وہ مشتعل ہو کر ان پر حملہ کریں گے۔ ورنہ مسلمان تو بہت بھی گیا گزرا ہو حضور ﷺ کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔

ے نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

ق لیگ تحریک میں شامل ہوئی اللہ کرے یہ عمل ان کی پرویز مشرف دور کی سیاہی کو دھونے کا سبب بن جائے۔ پیپلز پارٹی کے بعض اراکین نے بھی ایسے بیانات دئے جس سے اپنے بچاؤ کا سامان کر لیا۔ خیبر پختونخواہ اسمبلی نے قرارداد پیش کر کے اپنے آپ کو سرخرو کر دیا۔ ن لیگ، ایم کیو ایم اور عوامی نیشنل پارٹی نے خاموش رہ کر گویا اس بات کا اعلان کر دیا ہے کہ نہ ان کا مذہب سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی وہ پاکستان کے رہنے والے ہیں اور نہ

ہی وہ پاکستانی مسلمان عوام کے پاس مستقبل میں ووٹ مانگنے کے لئے جائیں گے۔

ایک مشورہ مزید ہے کہ اگر پارٹیوں کے پاس گورنر، وزیرِ اعلیٰ اور دیگر وزراء کی پوسٹوں کے لئے اہل اور صحیح فہم وفراست والے لوگ نہ ہوں تو اس پوسٹ پر بٹھانے سے پہلے ایسے افراد کی صحیح تربیت کی جائے اور انہیں معاشرے کے افکار، ثقافت اور دینی عقائد ونظریات کی اونچ نیچ سمجھائی جائے۔ مزید یہ بندوبست بھی ہو کہ صحیح فہم وفراست والا کوئی آدمی ان کے ساتھ ہو جو ان کے لئے بیان، تقاریر وغیرہ لکھ دیا کرے۔ اور جب ان پر بیان کا شوق سوار ہو جائے تو ایسے آدمی سے مشورہ کر کے پوچھ لیا کریں۔ حالیہ واقعہ کا تجزیہ کیا جائے تو سابق گورنر سلمان تاثیر نے ایسے کیس کے بارے میں بیان دے دیا جس پر عدالتی فیصلہ ہوا تھا اور فیصلے کے ابھی مزید ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کے مرحلے باقی تھے۔ ملک وقانون کی حفاظت کی اہم پوسٹ پر بیٹھتے ہوئے فرد کا اپنی ہی عدالت کے فیصلے کے بارے میں ایسا بیان دینا بہت غیر ذمہ دارروریہ تھا۔ مزید ایک مسلمہ اسلامی قانون کو کالا قانون کہنے کے بے احتیاط بیان نے ایک حفاظتی ادارے کے تربیت یافتہ فرد کے جذبات کو اتنا مجروح کر دیا کہ ملک میں چالو قانون کی روشنی میں اس سے دفعہ ۳۰۲ اے کا ارتکاب ہوا۔ گورنر کی جان گئی اور دوسرا آدمی دفعہ ۳۰۲ اے کی سزا عمر قید کا قیدی بنا۔ غازی علم الدین کے کیس میں قائد اعظم محمد علی جناح نے یہی نکتہ اٹھایا ہے کہ یہ کیس عام ارادۂ قتل کے تحت نہیں ہوا بلکہ ایک اہم واقعے کی وجہ سے جو مقتول کی طرف سے ہوا ہے اور قاتل کو شدید اشتعال میں لا کر قتل کرنے کا ذریعہ بنا ہے اور اس طرح کا قتل دفعہ ۳۰۲ کے بجائے ۳۰۲ اے کے تحت آتا ہے جس کی سزا پھانسی نہیں بلکہ عمر قید ہے۔ یہ بحث ایڈوکیٹ ابوالفتح کی کتاب میں مذکور ہے جو اس نے غازی علم الدین پر لکھی ہے اور ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی ہے۔

بعض دینی پارٹیوں کے سربراہوں کے بیانات جو اخباروں میں آئے وہ دینی لحاظ سے کافی حیرت انگیز تھے۔ جن کی تردید شائع نہیں ہوئی۔

حکومت کے دیوالیہ پن کی مزید یہ علامت ہے کہ اتنے حساس دینی معاملے کی کمیٹی کا

سربراہ ایک عیسائی کو بنا دیا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی بھنگی چوہڑے کو مسجد امام بنا دیا جائے۔ اقلیتی امور کے وزیر نے بغیر سوچے سمجھے بیان داغ دیا کہ جن لوگوں نے فتویٰ دیا ہے انہیں بھی پکڑا جائے۔ تو ما بدولت کو معلوم ہو کہ پہلا فتویٰ جناب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہوا ہے۔ جبکہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر سب لوگوں کو معاف کر دیا لیکن فرمایا کہ توہینِ رسالت کرنے والے اگر بیت اللہ شریف کا غلاف پکڑے ہوئے ملیں تب بھی قتل کر دیئے جائیں۔

حال ہی میں دنیائے عیسائیت کے مذہبی مرکز ویٹیکان سٹی سے پوپ نے بیان داغ دیا کہ ہمارے عیسائیوں کی آزادی متاثر ہو رہی ہے۔ دنیائے عیسائیت کو چاہئے کہ اس پوپ کو شائستگی سکھائے۔ کیا یہ پوپ یہ کہنا چاہتا ہے کہ میرے عیسائی تمہارے ملک میں رہیں گے، اس کے سارے وسائل استعمال کریں گے اور اس کے ساتھ ان کو یہ آزادی بھی ہو کہ جب ان کا دل چاہے ۹۵ فیصد آبادی کے دلوں میں بیٹھی ہوئی شخصیت آقائے نامدار ﷺ کی شان میں گستاخی بھی کریں۔ حیرت در حیرت۔ واقعی جب کسی مذہب سے حق پرستی غائب ہو جاتی ہے تو پھر اس کے پیشواؤں کی عقل بھی صحیح سوچنے سے عاجز ہو جاتی ہے۔

انتہائی کامیاب احتجاج اور جلسے جلوس نے یہ بات ثابت کر دی کہ سیاسی لحاظ سے کتنی پارٹیاں ہی کیوں نہ ہوں اور دشمن کی سازشوں کی وجہ سے فرقہ واریت کے لحاظ سے ملتِ پاکستانیہ کتنے ہی فرقوں میں کیوں نہ بٹی ہوئی ہو جب کوئی اہم دینی معاملہ پیش آ جائے تو یہ ساری ملت ایک ہی پارٹی ہے اور ایک ہی فرقہ ہے اور اس پارٹی کا تشخص فقط اسلام، مسلمانی اور محبتِ رسول ﷺ ہے۔ اللہ تعالیٰ ملتِ اسلامیہ پاکستان کے ان جذبات کو قبول فرمائے۔

؎ کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں (علامہ اقبالؔ)

اطلاع

آئندہ ماہانہ اجتماع انشاء اللہ تعالیٰ ۱۹ فروری بروز ہفتہ خانقاہ میں منعقد ہوگا، بیان مغرب کے بعد ہوگا۔
ساتھی اپنے بستر ساتھ لائیں۔

مسئلہ توہینِ رسالت......چند اشکالات اور جوابات

(حضرت مولانا محمد اظہر صاحب)　　بشکریہ روزنامہ اسلام ۱۹ جنوری ۲۰۱۱ بروز بدھ

گزشتہ دنوں قانونِ انسداد توہین رسالت کے تحفظ کے لئے ملک میں جاری تحریک کے پس منظر میں جامعہ خیر المدارس کے مہتمم مولانا محمد حنیف جالندھری زید مجدہم کو ایک سوالنامہ موصول ہوا جس میں قانونِ انسداد توہین رسالت کے متعلق بعض اشکالات کے جوابات مطلوب تھے۔ مولانا نے وہ سوالنامہ احقر کو بھجوا دیا۔ چونکہ سوالات عمومی نوعیت کے تھے اور عام مسلمانوں کو ان کے جوابات سے آگاہی ضروری تھی، اس لئے درج ذیل سطور میں اختصار کے ساتھ ان کا جائزہ حاضر ہے۔

سوال: قانونِ انسدادِ توہینِ رسالت کب بنا اور برصغیر پاک و ہند میں اس کی تنفیذ کب ہوئی؟

جواب: قیامِ پاکستان سے قبل انڈین پینل کوڈ میں 295-A ایک عام دفعہ تھی جس کے تحت مسجدوں، مندروں، گوردواروں کے مذہبی احترام اور مذہبی کتابوں، تقریبوں اور شخصیتوں کے خلاف اشتعال انگیز تحریروں اور تقریروں سے منع کیا گیا اور خلاف ورزی کی سزا دو سال قید تھی۔ قیامِ پاکستان کے بعد اس دفعہ میں ایک ترمیم کی گئی، یہ ترمیم پاکستان کے پرچم کے بارے میں تھی۔ 295-B کے تحت پاکستانی پرچم کی توہین بھی جرم قرار دے دی گئی۔ ۱۹۸۰ء میں 298-A کے تحت امہات المؤمنین، اہلِ بیت، خلفائے راشدین اور اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اجمعین کی بے ادبی یا توہین کرنے کی سزا تین سال قید مقرر کی گئی۔ گویہ سوال خود بخود پیدا ہو گیا کہ اگر اصحاب رسول اور اہلِ بیت کی بے ادبی پر سزا ہے تو اس مقدس ذات کی بے حرمتی پر بھی سزا ہونی چاہئے جن کی نسبت سے شرفِ صحابیت و عترت حاصل ہوتا ہے، جس پر سپریم کورٹ کے ایڈوکیٹ جناب اسمٰعیل قریشی نے شریعت کورٹ میں ایک پیٹیشن (Petition) دائر کی۔ ابھی پیٹیشن پر فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ حال ہی میں سپریم کوررٹ بار ایسوسی ایشن کی صدر بننے والی عاصمہ جہانگیر نے شانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا اور گستاخانہ الفاظ استعمال کئے۔ اس نے کہا تھا کہ اس ترقی یافتہ دور میں مسلمان ایک ''اُمّی'' کی امت ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ اور اُمّی کا مطلب اُس نے Unlettered لیا تھا (نقلِ کفر کفر نہ باشد) جو قرآن وسنت اور تاریخی حقائق کے بالکل برعکس ہے، اس لئے کہ امت کے اجماعی عقیدے کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں کسی انسان وغیرہ سے کسبِ فیض نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''علم لدنی'' سے سرفراز فرمایا۔

عاصمہ جہانگیر کی اس گستاخی کے خلاف مولانا معین الدین لکھوی، وصی مظہر ندوی، علامہ شاہ بلیغ الدین، لیاقت بلوچ، بیگم نثار فاطمہ اور دیگر ارکانِ اسمبلی نے تحریک پیش کی۔ اس موقع پر محرکین اور دیگر اراکینِ اسمبلی نے ایسی مدلل اور ایمان افروز تقاریر کیں کہ اسمبلی کے اسی سیشن میں پورے ایوان نے متفقہ طور پر دفعہ 295 میں ایک خصوصی شق کے اضافے کو ضروری قرار دیا۔ اس وقت کے اقلیتوں کے پارلیمانی لیڈر کرنل ہربرٹ نے اپنے جماعت کے ساتھ خصوصی ذیلی دفعہ شامل کرنے کی بھرپور تائید کی۔ یہ دفعہ 295-C کہلائی جس کا متن یہ تھا: ''جو کوئی بھی عملاً، زبانی، یا تحریری طور پر، یا بطورِ طعنہ زنی یا بہتان تراشی بالواسطہ یا بلاواسطہ، اشارۃً یا کنایۃً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے وہ وہ سزائے موت یا سزائے عمر قید کا مستوجب ہوگا اور سزائے جرمانہ بھی دی جاسکتی ہے۔''

اس شق میں توہینِ رسالت کے مجرم کے لئے عمر قید کی سزا قرآن وسنت کے منافی تھی۔ چنانچہ فیڈرل شریعت کورٹ نے ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو 295-C میں ترمیم کر کے عمر قید کے الفاظ حذف کر دیئے۔ جو ''قانونِ انسدادِ توہینِ رسالت'' اس وقت پاکستان میں رائج ہے، وہ درحقیقت وفاقی شرعی عدالت کے اسی فیصلے اور ترمیم کے بعد نافذ کیا گیا ہے۔ آئین میں 295-C کا اضافہ ۱۹۸۰ء میں پارلیمنٹ اور سینیٹ کے اجلاس نے متفقہ طور پر کیا، اس میں ایک ضروری ترمیم وفاقی شرعی عدالت نے کی۔ ایسے متفقہ قانون کو یہ کہہ کر مسترد کرنا کہ یہ ایک فوجی آمر نے بنایا تھا، لہٰذا قابلِ قبول نہیں، دستورِ پاکستان کے ساتھ ایک مذاق کے مترادف ہے۔

سوال: کیا توہینِ رسالت پر موت کی سزا قرآن کریم سے ثابت ہے اور کیا ہر سزا کا قرآن کریم سے ثابت ہونا ضروری ہے؟

جواب: شریعتِ مطہرہ (یا اسلامی قانون) کتاب وسنت، اجماعِ امت اور قیاسِ شرعی کے مجموعے کا نام ہے۔ شریعت کا حکم جب ان مآخذ میں سے کسی ایک سے ثابت ہو تو وہ (درجات کے تفاوت کے ساتھ) شریعت ہی کا مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ اس اصول کے مطابق ہر جرم کی سزا کا قرآن کریم سے ثابت

ہونا ضروری نہیں۔ تاہم توہینِ رسالت کی سزا کو قرآن کریم میں واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ''جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کے لئے تگ ودو کرتے ہیں۔ ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالیں جائیں یا وہ جلا وطن کر دیئے جائیں۔'' (المائدہ: ۳۳)
دوسری جگہ فرمایا: ''جو لوگ ستاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو اُن پر لعنت کی اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں اور تیار رکھا ہے اُن کے واسطے ذلت کا عذاب۔ (احزاب: ۳۳:۲۶)

اہلِ اسلام کا ایمان ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ یا عمل قرآن کریم یا حکمِ خداوندی سے ہٹ کر نہیں ہے۔ اس اصول کے تحت آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ کو دیکھنا ہوگا کہ آپ ﷺ نے ان آیات کی روشنی میں قرآنِ کریم کے منشاء کے مطابق توہین رسالت کے مرتکب کو کیا سزا دی؟

اس پر بھی غور کر لیجئے کہ آنخضرت ﷺ کو حق تعالیٰ نے تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، آپ ﷺ کے مزاج، طبیعت اور شخصیت پر حلم ورحمت کا غلبہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خون کے پیاسوں کو قبائیں اور گالیاں دینے والوں کو دعائیں دینے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر ان لوگوں کو معاف کر دیا جو کسی دلیل سے قابلِ معافی نہ تھے۔ اس عظیم معافی کے باوجود وہ چار افراد جو توہینِ رسالت کے مرتب ہوئے، پیش کئے گئے تو اُن کے قتل کا فیصلہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا اور ان تین مردوں اور ایک عورت کو موت کی سزا دی گئی۔ یہ عورت ابن خطل کی لونڈی تھی، مکہ کی مغنیہ (آج کی اصطلاح میں گلوکارہ) تھی اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور ہجو پر مبنی گیت گانا اس کا وتیرہ تھا۔ ابن خطل بھاگ کر کعبہ شریف کے پردوں سے چمٹ گیا مگر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا: ''فاقتلوہ...'' اسی حالت میں قتل کردو۔ (ملاحظہ ہو بخاری شریف، باب فتح مکہ اور سیرۃ النبی از شبلی نعمانی ص ۵۲۵ جلدا)۔ یہ محض ایک واقعہ نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قانونی فیصلہ ہے جو امت کے لئے ہمیشہ کے لئے حجت ہے۔

سوال: 　کیا حضور ﷺ کے دور میں اور بعد میں توہینِ رسالت کے مجرموں کو سزائے موت دی گئی؟

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اور بعد میں توہینِ رسالت کے مرتکب کی سزا بخاری شریف کے حوالے سے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ ساڑھے چودہ سو سال میں اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اس سلسلے میں فقہائے امت میں علامہ ابن تیمیہؒ کی 'الصارم المسلول علی شاتم الرسول' علامہ تقی الدین سبکیؒ کی ''اسیف المسلول علی من سبّ الرسول'' اور علامہ ابن عابدین شامیؒ کی ''تنبیہ الولاۃ و الحکام علی احکام شاتم خیر الانام'' چند معروف کتب ہیں جو اس اجماع امت کو محکم دلائل وشواہد کے ساتھ ثابت کرتی ہیں۔

دورِ نبوت کے بعد توہینِ رسالت کے جرم پر سزائے موت کی واضح نظیر اُس دور میں ملتی ہے جب مسلمانوں نے اسپین کو فتح کیا تھا۔ مسلمانوں کی فتح کے بعد ایک بد بخت پادری نے شانِ رسالت میں گستاخی کے لئے ایک باقاعدہ جتھہ ترتیب دیا تھا۔ اس کے افراد قاضیوں کی عدالت میں جاکر توہینِ رسالت کا ارتکاب کرتے، قاضی حسبِ شریعت ان کے قتل کا حکم دیتا۔ چنانچہ انہیں قتل کر دیا جاتا۔ اس پادری کا مقصد یہ تھا کہ مسلم عدالتوں اور حکومتوں کے خلاف دوسری عیسائی یورپی قومیں بھی بھڑکیں گی اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں گی لیکن مسلمان قاضیوں نے ایک کو بھی معاف نہیں کیا اور تھوڑے عرصے میں پانچ سو شاتمین کے قتل بعد اس پادری نے مایوس ہو کر یہ سازش ترک کر دی۔ (جاری ہے)

صفحہ ۲۳ سے آگے

مثلاً فرض کیجئے ''بسم اللّٰہ الرحیم ''میں'' الرحمٰن'' کا لفظ نہیں لیکن یہ صرف ایک نسخے میں تھا۔ باقی کسی نسخے میں ایسا نہیں ہے۔ سب میں'' بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم '' ہے۔ باقی نسخوں میں ایسا نہیں ہے۔ تو اس کو ہم کاتب کی غلطی قرار دیں گے۔ یا کہیں کوئی لفظ بڑھ گیا ہے، مثلاً ایک نسخے میں ''بسم اللّٰہ اللّٰہ الرحمن الرحیم'' ہے۔ باقی نسخوں میں نہیں ہے۔ تو اسے کاتب کی غلطی قرار دیں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسی چیزیں کہیں کہیں سہوِ قلم یعنی کاتب کی غلطی سے ملتی ہیں۔ لیکن اختلاف روایت ؛ یعنی ایک ہی فرق کئی نسخوں میں ملے، ایسا کہیں نہیں ہے۔ جس سے ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں خدا کا جو فرمان ہے۔ ''انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون ''(ہم ہی اسے نازل کرتے ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے) یہ واقعات اس آیت کی حرف بحرف تصدیق کرتے ہیں۔ (انجینئر نجیب الدین محمد صاحب کا انتخاب)

بے شک اللہ تعالیٰ خود قرآن کی حفاظت فرمانے والے ہیں

(ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کی کتاب 'خطبات بہاولپور' سے اقتباس)

"کچھ عرصہ پہلے کا ذکر ہے جرمنی کے عیسائی پادریوں نے یہ سوچا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں "آرامی" زبان میں جو انجیل تھی وہ تو اب دنیا میں موجود نہیں۔ اس وقت قدیم ترین انجیل یونانی زبان میں ہے اور یونانی سے ہی ساری زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے ہیں۔ لہذا یونانی مخطوطوں کو جمع کیا جائے اور ان کا آپس میں مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ یونانی زبان میں انجیل کے نسخے جتنے دنیا میں پائے جاتے تھے کامل ہوں کہ جزئی، ان سب کو جمع کیا گیا اور ان کے ایک ایک لفظ کا باہم مقابلہ (Collation) کیا گیا اس کی جو رپورٹ شائع ہوئی اس کے لفظ یہ ہیں: "کوئی دو لاکھ اختلافی روایات ملتی ہیں" اس کے بعد یہ جملہ ملتا ہے "ان میں سے 1/8 اہم ہیں" یہ ہے انجیل کا قصہ۔ غالباً اس رپورٹ کی اشاعت کے بعد کچھ لوگوں کو قرآن کے متعلق حسد پیدا ہوا۔ جرمنی ہی میں میونک یونیورسٹی میں ایک ادارہ قائم کیا گیا۔ "قرآن مجید کی تحقیقات کا ادارہ" اس کا مقصد یہ تھا کہ ساری دنیا سے قرآن مجید کے قدیم ترین نسخے خرید کر، فوٹو لے کر، جس طرح بھی ممکن ہوں جمع کئے جائیں۔ جمع کرنے کا یہ سلسلہ تین نسلوں تک جاری رہا۔ جب میں ۱۹۳۳ء میں پیرس یونیورسٹی میں تھا تو اس کا تیسرا ڈائریکٹر پریتزل (Pretzl) پیرس آیا تھا تاکہ پیرس کی پبلک لائبریری میں قرآن مجید کے جو قدیم نسخے پائے جاتے ہیں ان کے فوٹو حاصل کرے۔ اس پروفیسر نے مجھ سے شخصاً بیان کیا کہ اس وقت (یہ ۱۹۳۳ء کی بات ہے) ہمارے انسٹی ٹیوٹ میں قرآن مجید کے بیالیس ہزار (۴۲۰۰۰) نسخوں کے فوٹو موجود ہیں اور مقابلہ (Collation) کا کام جاری ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں اس ادارے کی عمارت پر ایک امریکی بم گرا اور عمارت، اس کا کتب خانہ اور عملہ سب کچھ برباد ہو گیا۔ لیکن جنگ کے شروع ہونے سے پہلے ایک عارضی رپورٹ شائع ہوئی تھی اس رپورٹ کے الفاظ یہ ہیں کہ "قرآن مجید کے نسخوں میں مقابلے کا جو کام ہم نے شروع کیا تھا وہ ابھی مکمل تو نہیں ہوا لیکن اب تک جو نتیجہ نکلا ہے وہ یہ ہے کہ ان نسخوں میں کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں تو ملتی ہیں لیکن اختلافات روایت ایک بھی نہیں۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ کتابت کی جو غلطی ایک نسخے میں ہوگی وہ کسی دوسرے نسخے میں نہیں ہوگی۔ (باقی صفحہ ۲۲ پر)

ملفوظاتِ شیخ (حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہم)

(ظہورالٰہی فاروقی صاحب) (قسط نمبر:۲۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آخرت کی زندگی میں عجیب مزے رکھے ہوئے ہیں:

فرمایا کہ حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سیّد شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا جو آخری معرکہ ہے بالاکوٹ کا، اس میں سیّد صاحبؒ نے سب میں اسلحہ تقسیم کر دیا اور تھوڑا تھوڑا کھانا کھا کر سب کو حملہ کرنے کا وقت بتا دیا۔ جو آدمی دیگ پکار رہا تھا کھانے کی، دیگ پکا رہا ہے چمچہ ہلا رہا ہے۔ ایسے ہی اُوپر اس نے دیکھا، اس نے جوں اُوپر دیکھا چمچہ اُٹھایا اور دیگ پر مارا اور کہا کہ اب تو تیرے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھائیں گے (شاید اس کو جنت کی حور کا نظارہ ہو گیا)، اور اکیلے حملے کے لئے اُس نے اسلحہ لیا اور چھلانگ لگائی۔ اسکو روک رہے ہیں کہ صبر کرو بھائی، دیگ پکا رہے ہو، اُس نے کہا کہ بس...اب صبر نہیں ہے، یہ مزے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آخرت کی زندگی میں رکھے ہوئے ہیں۔

ہمارے حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ منکر نکیر کا تذکرہ بہت ہوا ہے پشتو میں کیا کہتے ہیں انکیر منکیر۔ کتنا خوف وہراس بیان ہوا ہے منکیر نکیر کا، یہاں تک کہ جو حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے عزرائیل علیہ السلام سے کہا کہ تُو فاسق فاجر کی رُوح کیسے قبض کرتا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! آپ میرے اس حال کو دیکھ کر برداشت نہیں کر سکیں گے، کہا کہ نہیں مجھے دِکھاؤ، اُس نے کہا کہ آپ اپنا چہرۂ مبارک پھیریں اُدھر، ابراھیم علیہ السلام نے منہ پھیرا، اور واپس جو مُڑ کر دیکھا تو غش کھا کر گر گئے، اتنی دہشت ناک صورت تھی۔ پھر انھوں نے فرمایا کہ اگر دوزخی کو اور کوئی عذاب نہ ہو....صرف تیری صورت کو دِکھایا جائے تو یہی بہت بڑا عذاب ہے۔ پھر پوچھا کہ تُو جنتی کی رُوح کیسے قبض کرتا ہے؟ اُنھوں نے منہ پھیرا، پھر جو پیچھے دیکھا تو ایسا حسین وجمیل جوان کھڑا تھا، کہا کہ اگر جنتی کو اور کوئی نعمت نہ ملے تو تیرا دیکھنا یہی ایک اُس کے لیے کافی ہے۔ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ منکر نکیر کا تذکرہ بھی آیا اور مبشر بشیر کا بھی آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے پاس جو فرشتے جاتے ہیں وہ مبشر بشیر ہیں۔ فضائلِ صدقات میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ پانچ سو فرشتے آتے ہیں

اور دو قطاریں باندھ کر ان کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے ہاتھ میں جنت کے پھولوں کے گلدستے ہوتے ہیں، ہر گلدستے میں بیس رنگ کے پھول ہوتے ہیں اور ہر پھول میں نئی خوشبو ہوتی ہے۔اور ایک فرشتہ آگے بڑھتا ہے اور اس کے پاس سفید رومال میں کستوری (مُشک) ہوتی ہے۔کستوری کو اُسکی ٹھوڑی کے نیچے رکھتا ہے اور پھر جُوں ہی اللہ تعالیٰ غیب کے پردے کو کھولتا ہے اور آپ لوگوں نے یقیناً دیکھا ہوگا کہ آدمی زندہ ہوتا ہے اور اُسکی نظر ایک جگہ آ کے ٹِک جاتی ہے۔اُسکو آوازدیں، جواب نہیں دیتا کسی کے ساتھ بات نہیں کرتا تو اس وقت عالمِ غیب اللہ تعالیٰ اُسکو دِکھایا جاتا ہے۔جنت والا ہے تو جنت کو دیکھتا ہے، دوزخ والا ہے دوزخ کو دیکھتا ہے۔جنت کا نظارہ سامنے کیا جاتا ہے، اور اُسکی ملاقات کی خوشی میں اُس کی حُوریں جب اُچھلتی ہیں تو اس پر ایسا حال طاری ہوتا ہے کہ اسکی رُوح کہتی ہے کہ اب مجھے اس پنجرے سے نکالا جائے کیونکہ رُوح بدن میں ایسا محسوس کرتی ہے جیسے پرندہ پنجرے میں محسوس کرتا ہے کہ اسکو نکالا جائے، ایسی ہی خوشی سے رُوح جاتی ہے۔

توحید کے پکا نہ ہونے اور شوقِ آخرت کی کمی کی وجہ سے مومن پربھی خوف جیسی حالت ہوتی ہے:

فرمایا کہ بالاکوٹ کے زلزلے کی وجہ سے کوہاٹ کے ایک میڈیکل سپیشلیسٹ نے بتایا کہ کسی بہت بڑے افسر کی بیوی میرے پاس لائی گئی۔(Earth Quake Phobia) کے ساتھ، زلزلہ کے خوف کی وجہ سے اس نے وصیت لکھ دی کہ میں مر رہی ہوں۔یہ باتیں مومن کو نہیں ہوتی ہیں لیکن تب ہوتی ہیں جب دو باتوں میں کمی ہوتی ہے۔ایک توحید کا پکا نہ ہونا اور دوسرا شوقِ آخرت نہ ہونا، تو پھر اس کو اس طرح کی باتیں پیش آتی ہیں۔میں منع نہیں کرتا کہ اسباب اختیار نہ کریں، یہاں زلزلہ ہو رہا ہے اور آپ بیٹھے رہیں باہر نہ نکلیں ۔اللہ نے حکم کیا ہے آپ باہر نکلیں، اسباب اختیار کریں لیکن ہونا تو اللہ کے فیصلے پر ہے اگر تو ہماری موت لکھی ہوئی ہے تو کوئی روک نہیں سکتا ہے اور نہیں لکھی ہوئی ہے تو یہ زلزلے جو عمارتوں کو گرا رہے ہیں ہمیں نہیں مار سکتے ہے۔

حضرت مولانا غلام غوث رحمۃ اللہ علیہ ہوتے تھے، ۱۹۶۵ء کی جنگ تھی وہ لاہور میں ٹھہرے ہوئے تھے۔جماعت العلماء کا دفتر بھی تیسری چوتھی منزل پر تھا، سائرن جب بجتے تھے تو لوگ پیچھے دوڑ کے آتے تھے ،اُوپر سے اُترنا پھر جانا، تو انہوں نے اپنے خادموں سے کہا کہ بچو ما بہ نہ پریشانہ کوی، کہ مجھے

پریشان نہیں کرو گے۔ جب مجھے موت آنی ہوئی تو میں اسی جگہ مرجاؤں گا اور نہ آنی ہوئی تو کوئی مجھے مار نہیں سکتا
-زما خوب مه خرابه وی ، میری نیند نہیں خراب کرو گے، کوئی غم خوف ہی نہیں۔ مرتا آدمی اللہ کے اَمر
سے ہے جو فیصلہ آ گیا ہو، جس جگہ کا، جس وقت کا، لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۔(الاعراف:
۳٤) نہ ایک ساعت پہلے ہوتا ہے نہ ایک ساعت بعد میں ہوتا ہے۔ جب فیصلہ اللہ تعالیٰ کا آیا ہوا ہو تو وہ نہ ایک
گھنٹہ، ایک دِن، ایک ساعت پہلے ہوتا ہے نہ منٹ بعد ہوتا ہے اسی وقت ہوتا ہے۔

توھینِ رسالت:

فرمایا کہ اہلِ مغرب کو یہ مسئلہ درپیش ہے، کہ آج کے دور میں ان کی نئی نسل اسلام کی طرف مائل ہو رہی ہے۔ اس جذبہ میں افغانستان اور عراق پر امریکی حملے کے بعد اضافہ ہوا ہے۔ ماہرینِ نفسیات ہونے کی وجہ سے انہیں اس کا تجربہ ہے کہ بچپن میں اگر کسی شخصیت کی ہتک اور توہین ذہن میں بٹھا دی جائے تو تا حیات مفید رہتی ہے۔ اس سوچ کے تحت ڈنمارک کی حکومت نے اپنے سکولوں کے لیے حضور ﷺ کے بارے میں توہین آمیز خاکے شائع کرنے پڑے۔ جس کے خلاف ڈنمارک کے مسلمانوں میں فوری ردِعمل ہوا۔ یہ ردِعمل جنگل کی آگ کی طرح پھیل کر سعودی عرب سے ہوتا ہوا پاکستان تک پہنچ گیا، اور جو کچھ ہوا سب کے سامنے ہے۔ یہ اہلِ مغرب کا پُرانا حربہ ہے۔ اسے انہوں نے سپین میں استعمال کیا۔ جب سپین میں مسمانوں کی حکومت مستحکم ہوگئی اور اس سے پہلے جو عیسائیوں کی ظالم اور استحصالی حکومت تھی جس نے عوام کا جینا مشکل کیا ہوا تھا، ختم ہوگئی۔ تو وہاں کے پادریوں نے توہینِ رسالت کے ذریعے فسادات کروائے، جس میں کچھ آدمی مارے گئے۔ ہر سال ان فسادات کی یادگار منا کر ان لوگوں نے تحریک کو زندہ رکھا۔ جب اسلامی حکومت کمزور ہوتی گئی، اور شریعت کا فہم کم ہوتا گیا، نیز توہینِ رسالت کے قانون کے بارے میں مسلمان نرم پڑ گئے تو پادریوں نے انہی فسادات کو آگے بڑھایا، یہاں تک کہ ملک میں لاقانونیت (Anarchy) پیدا کر لی، یہی چیز مسلمانوں کی حکومت کے خاتمے کا ذریعہ بنی۔

حضور ﷺ کی ایک حیثیت خدا کے رسول کی ہے۔ آپ ﷺ کی بطورِ رسول اگر توہین کی گئی تو اسکی سزا اسلامی قانون میں سزائے موت ہے۔ جس پر حضور ﷺ کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عمل کیا ہے۔ اور پورے چودہ سو سال اس پر ساری اسلامی حکومتوں نے بھی عمل کیا ہے۔

آخری انگریزی دور میں جب ہندوؤں اور انگریزوں نے پھر توہینِ رسالت کے ذریعے مسلمانوں

میں افراتفری اور بے چینی پیدا کی اور مسلمانوں کو جذباتی کر کے غیر منظّم کرنے لگے تو گستاخِ رسول راج پال اور غازی علم الدین رحمۃ اللّٰہ علیہ کا واقعہ پیش آیا۔ اس مقدمہ کی وکالت قائداعظم محمد علی جناح نے کی اور اس سارے واقعہ میں مسلمانوں کی قیادت علامہ اقبال نے کی۔

مغرب کے ہاں صحافتی آزادی:

فرمایا کہ افسوس کی بات ہے آج مغرب کہہ رہا ہے کہ اس کے ہاں صحافتی آزادی ہے اور رائے کی آزادی ہے، اس پر بندہ کو ایک لطیفہ یاد آیا جو پشاور یونیورسٹی کے مشہور دانشور شعبہ اِلٰہیات کے ڈِین قاضی نورالحق ندوی صاحب کا بیان کردہ ہے۔ جب پاکستان بن گیا تو ایک ٹانگے والے نے ڈِین صاحب سے کہا.... مولانا صاحب سُنا ہے ہم آزاد ہوگئے ہیں، اُنہوں نے جواب دیا ہاں۔ ٹانگے والے نے کہا کہ کیا اب میں ٹانگے میں چار کے بجائے چھ سواریاں بٹھا سکوں گا؟ ڈِین صاحب نے جواب دیا کہ آزادی کا مطلب مادر پدر آزادی نہیں، بلکہ اب تو قانون کی زیادہ پابندی کرنی ہوگی۔ کیونکہ انگریز کے بجائے اب قانون اپنی حکومت کا ہے تو وہ ٹانگے والا آزادی کا منفی مفہوم لے رہا تھا جبکہ اس کا مثبت مفہوم وہ تھا جو کہ ایک دانشور نے اسے بتایا کہ اُسے تو پہلے سے زیادہ پابند ہونا چاہئے۔

مغرب کے دانشور اور حکومتوں کے بڑے بڑے سربراہ منہ بھر کر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے ہاں خیالات اور صحافت کی آزادی ہے۔ تو ان کی یہ سوچ آزادی کی وہ منفی تشریح ہے جس کا تذکرہ ٹانگے والے کے خیالات کی شکل میں بندہ نے کیا۔ فلسفہ علم ہے، علم خدا تعالیٰ کی صفت، علم غلط نہیں ہوا کرتا لیکن جب انسان کی اخلاقی گراوٹ انتہا کو پہنچ جاتی ہے، تو وہ اعلیٰ علمی اُصولوں کی منفی تشریح کرنے لگتا ہے۔ ایک انسان تلوار گما رہا ہو اور یوں کہے کہ مجھے اس کھیل کی آزادی ہے، تو اس سے کہا جائے گا کہ تیری تلوار گمانے کی آزادی وہاں ختم ہوجاتی ہے جہاں دوسرے انسان کا بدن اس کی زَد میں آجاتا ہے۔

جب ایک عمل سے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے جذبات مجروح ہو رہے ہوں، تو تُف ہے اس آزادی پر اور اس اخلاقی گراوٹ پر۔ لیکن جب ایک ڈاکو کے ہاتھ میں اسلحہ ہوتا ہے اور وہ پُرامن شہری کے مقابلے میں مضبوط ہوتا ہے تو وہ اپنی بے اُصولی کو اُصول بتاتا ہے اور پُرامن شہری کے اُصول کو بے اُصولی کہتا ہے۔ یہی حال آج اسلحے کی برتری والے مغربی ممالک کے ڈاکوؤں کا ہے۔

(جاری ہے)

بندہ کے زیرِ نگرانی ادارے

(ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے احسان سے بندہ کے زیرِ نگرانی مندرجہ ذیل ادارے چل رہے ہیں:

سلسلہ بیعت: ہمارا سلسلۂ بیعت جو حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ سابق پروفیسر وصدر شعبۂ عربی پشاور یونیورسٹی کا سلسلہ ہے۔ آپ حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے سلسلوں میں اجازت یافتہ تھے۔ یہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکہ رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور سلسلہ ہے۔ حضرت ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بطلِ جلیل (Hero) گزرے۔ آنے والے حضرات کا قیام خانقاہ میں ہوتا ہے۔ یہاں کی مجالس میں شامل ہو کر اور انفرادی طور پر مجاہدات سے گزر کر تقویٰ وتزکیہ حاصل کرتے ہیں۔

مدرسہ ابتدائیہ: یہ ایک پرائمری سکول ہے جو خانقاہ میں ہی قائم ہے۔ اس میں ناظرہ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ضروری دینی معلومات، نماز، مسنون دعائیں سکھائی جاتی ہیں۔ نظموں اور مقابلوں کے ذریعے دینی جذبہ پیدا کیا جاتا ہے۔ فی الحال دو کلاسیں ہیں اور دو اساتذہ ہیں۔

حفظ و تجوید کے دو مدارس: یہ مدارس لوند خوڑ میں ہیں جن میں طلباء کا قیام بھی ہے۔ ان طلباء کو سکول کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

ادارہ خونِ جگر: یہ ادارہ مریضوں کے لئے مفت خون کا بندوبست کرتا ہے۔ ایک فعال ساتھی اسلم مروت صاحب مختلف بلڈ ڈونیشن اداروں میں کام کرتے رہے ہے۔ ہر جگہ روح رواں وہی ہوتے تھے اور اداروں کے لئے زیادہ سے زیادہ خون جمع کرتے تھے۔ بندہ کی خواہش ہوئی کہ ان کا اپنا ادارہ ہو۔ اس سلسلے میں جمرود روڈ پر ایک عمارت کرایہ پر لے کر ادارہ شروع کر دیا ہے۔ ادارہ نے بے مثال خدمت شروع کر دی ہے۔ سلسلہ میں بیعت ڈاکٹر سحر صاحبہ کے والد کے لئے ادارہ نے خون کا بندوبست کیا۔ سحر صاحبہ کی والدہ صاحبہ نے ادارے کے لئے گاڑی کا بندوبست کرنے کے لئے ایک رقم سے ابتداء کر لی، بندہ نے کچھ رقم اپنی طرف سے شامل کی اور ان کے لئے ایک گاڑی کا بندوبست کر رہے ہیں۔ اس سعادت میں کوئی شامل ہونا چاہے تو اچھا موقع ہے۔ سلسلہ کے ساتھیوں کو انتقالِ خون کی ضرورت پڑے تو ان سے رابطہ کریں۔

ایمان کے خصوصی اور اہم اجزاء (قسط۔۲)

(مولانا ڈاکٹر عبیداللہ صاحب)

۱۔ اللہ تعالیٰ کی محبت ایمان ہے:

قرآن مجید میں ہے والذین امنو اشد حباً لِّلّٰہ ترجمہ: اور ایمان والے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اشد ہیں۔ روایت میں ہے انسان کے دل میں ایمان یہ ہے کہ وہ خدا سے محبت رکھے۔ (مشعلِ راہ تصنیف عبدالرزاق کوڈواوی، ص۲ بحوالہ احمد)

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کا حصہ ہے:

حضرت انس رضہ اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کو اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ میری محبت نہ ہو۔

(نورِ ہدایت تالیف ڈاکٹر حسن امام خلیفہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ص ۷۹ بحوالہ بخاری و مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ ایک شخص جس کا نام عبداللہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شراب نوشی میں سزا بھی دی تھی۔ ایک دفعہ پھر لایا گیا اور سزا کا حکم ہو کر دوبارہ سزا بھی دی گئی۔ ایک شخص نے کہا اے اللہ! اس پر لعنت کر کس کثرت سے اس کو لایا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ُاس پر لعنت نہ کرو۔ واللہ میرا علم ہے کہ یہ خدا اور رسول سے محبت رکھتا ہے۔ (ابوداوَد)

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حیاۃ المسلمین میں فرماتے ہیں خدا اور رسول سے محبت رکھنے کی کتنی قدر فرمائی گئی کہ اتنا بڑا گناہ کرنے پر بھی اس پر لعنت کی اجازت نہیں دی گئی۔ اے مسلمانو! ایسی مفت کی دولت جس میں نہ محنت نہ مشقت کہاں نصیب ہوتی ہے۔ اس کو ہاتھ سے مت جانے دینا۔ اپنی رگ رگ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق سما لینا اور رچا لینا۔ (ماہنامہ محاسنِ اسلام فروری ۲۰۱۰)

۳۔ اللہ ہی کے لئے محبت وبغض افضل ایمان ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ایمان کے متعلق سوال کیا (یعنی پوچھا کہ ایمان کا اعلیٰ اور افضل درجہ کیا ہے اور وہ کونسے اعمال واخلاق ہیں جن کے ذریعہ سے اس کو حاصل کیا جا سکتا ہے؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بس اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کسی سے تمہاری محبت ہو اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے بغض وعداوت ہو (یعنی دوستی اور دشمنی جس سے بھی ہو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو) اور دوسرے یہ کہ اپنی زبان کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگائے رکھو۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا کہ اور کیا یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی وہی چاہو اور پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے اور چاہتے ہو اور ان کے لئے بھی ان چیزوں کو ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔ (نورِ ہدایت ص ۸۰ بحوالہ بخاری ومسلم، مسند احمد)

۴۔ شرم وحیا ایمان سے پیدا ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حیا اور شرم ایمان سے پیدا ہوتی ہے اور ایمان کا نتیجہ جنت ہے اور بے حیائی اور فحش کلامی درشتیٔ فطرت سے پیدا ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ دوزخ ہے۔ (نور ہدایت ص ۸۲، بحوالہ مسند احمد وترمذی)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا اور ایمان دونوں ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں جب ان میں سے ایک اُٹھا لیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اُٹھا لیا جاتا ہے۔

(نورِ ہدایت ص ۸۲ بحوالہ معارف الحدیث)

یہی وجہ ہے کہ جس معاشرے میں شرم وحیا زیادہ ہو وہاں دینداری ان کے عبادات سے گزر کر ان کے معاشرت اور رسم ورواج تک پہنچ جاتی ہے جبکہ جس معاشرے میں حیا کی کمی ہوتی ہے وہاں دینداری ان کے عبادت تک محدود رہتی ہے۔

(من افاداتِ سیدی ومرشدی حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

۵۔ مسلمانوں کی باھمی محبت کامل ایمان کا حصہ ھے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک کہ صاحبِ ایمان نہ ہو جاؤ اور تم پورے مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم میں باہمی محبت نہ ہو۔ کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتلادوں کہ اگر تم اس پر عمل کرنے لگو تو تم میں باہمی محبت پیدا ہو جائے؟ اور وہ بات یہ ہے کہ تم اپنے درمیان سلام کا رواج پھیلاؤ اور اس کو عام کرو۔ (نورِ ہدایت ص ۸۰ بحوالہ مسلم شریف، معارف الحدیث)

۶۔ ایمان اور وفاداری:

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین نام ہے خلوص اور وفاداری کا۔ ہم نے عرض کیا کہ کس کے ساتھ خلوص و وفاداری؟ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ، مسلمانوں کے سرداروں اور پیشواؤں کے ساتھ۔ (نورِ ہدایت ص ۸۱ بحوالہ معارف الحدیث)

تشریح:

بعض علماء نے خلوص و وفاداری کے بجائے خیر خواہی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس خلوص و وفاداری یا خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے متعلق یہ کوشش کرنا کہ اس کا پورا پورا حق ادا ہو جائے جو مجھ سے متعلق ہے اور میری ذات سے اسے ہر ممکن فائدہ اور راحت پہنچ جائے۔ اللہ سے خلوص و وفادری کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو اس کا شریک نہ بنائے، اس کو تمام عیوب ونقائص سے پاک سمجھے، تمام صفاتِ کمال و جمال جس سے اُس کی ذات متصف ہے ان کو مانے، اس کے احکام کی پابندی کرے، نافرمانیوں سے بچے، اسی کے لئے محبت کرے، اسی کے لئے بغض و دشمنی رکھے، اس کے منکر سے جہاد کرے، اس کی نعمتوں کی شکر گزاری کرے، ہر موقع اور ہر حال میں اس کی رضا کے لئے عمل کرے اور تمام انسانوں کو اس کی وحدانیت اور اطاعت کی دعوت دے۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب سے خلوص و وفاداری یہ ہے کہ اسے اللہ کا کلام مانے اور یہ

یقین کرے کہ بندے اس جیسا کلام نہیں بنا سکتے، اس کی تعظیم کرے، اس کی تلاوت ٹھیک کرے، حضورِ قلب کے ساتھ پڑھے وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خلوص و وفاداری یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا اور جو کچھ عقائد رکھنے کی تعلیم دی مِن وعَن بلا چوں و چرا سب کو حق سمجھے اور دل سے مانے، آپ ﷺ کے ارشادات کی تعمیل کرے، جن چیزوں سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے ان کو ہرگز نہ کرے وغیرہ۔

مسلمانوں کے اماموں (یعنی اسلام کے طریقہ پر حکومت چلانے والے مسلمان حاکموں) کی خیرخواہی یہ ہے کہ حق پر ان کی معاونت کرے اور حق میں ان کی معاونت کرے، لوگوں کو ان کی اطاعت پر امادہ کرتا رہے وغیرہ۔

عام مسلمانوں کی خیرخواہی یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان مریض ہو جائے تو اس کی عیادت کرے، وفات ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ اور کفن دفن میں شریک ہو، جب کسی ضرورت یا ضیافت کے لئے بلائے تو اس کے پاس چلا جائے، جب اس سے ملاقات ہو تو سلام کرے، وہ سلام کرے تو سلام کا جواب دے، اسے چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو یہ یرحمک اللہ کہے، اس کے سامنے اور پیچھے خیرخواہی کرے وغیرہ وغیرہ۔

(مختصر از تحفۂ خواتین مولانا مفتی عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی)

۷۔ اچھے کام سے خوشی اور برے کام سے رنج:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کو اپنے اچھے عمل سے مسرت ہو اور برے کام سے رنج اور قلق ہو تو تم مومن ہو۔

(نورِ ہدایت ص ۸۲، بحوالہ معارف الحدیث و مسند احمد)

(جاری ہے)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ○ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ○ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ٭ ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ ○ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ○ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ ○ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ط یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ط اِلٰهِی بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمۡ وَ اَهۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّامِ.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ○ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ○ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ٭ ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ ○ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ○ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ ○ رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ط یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ط اِلٰهِی بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمۡ وَ اَهۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّامِ.

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جهری ذِکر کی احتیاط اور طریقه

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی

ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سوبار **لاالہ الا اللّٰہ**، سوبار **الا اللّٰہ** اورسوبار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دوسوبار، **الا اللّٰہ** چارسوبار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سوبار، **اللّٰہ** سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی — موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی — کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا — وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا — دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُّوْصَلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْب

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ یہی شعر پڑھا کرتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: برو زِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: برو زِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: برو زِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: برو زِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع برو زِ ہفتہ مغرب سے

شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ o ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ o ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ o رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ o رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ o رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ط یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ط اِلٰھِی بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَھۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّام.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ o ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ o ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ

اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْن o رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْن o رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ۚ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ۚ اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار **لا الہ الا اللّٰہ**، سو بار **الا اللّٰہ** اور سو بار **اللّٰہ** کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں **لا الہ الا اللّٰہ** دو سو بار، **الا اللّٰہ** چار سو بار **اللّٰہُ اللّٰہ** چھ سو بار، **اللّٰہ** سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی و جسمانی نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کر سکتا ہے، رسول کا انکار کر سکتا ہے آخرت کا انکار کر سکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کر سکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی — موت آنی ہے آ کر رہے گی

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی — کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا — وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ يُّوْصَلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْب

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆